شانِ سیّدنا عمرِ فاروق

اور

موافقتِ قرآن

مؤلف:

مولانا محمد سرفراز احمد مصباحی، سیتا مڑھی

ناشر

شمس الاسلام فاؤنڈیشن

سیتا مڑھی (بہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شانِ سیدنا عمر فاروق
اور
موافقتِ قرآن

مؤلف

مولانا محمد سرفراز احمد مصباحی، سیتامڑھی

ناشر: شمس الاسلام فاؤنڈیشن سیتامڑھی (بہار)

نام کتاب : شان سیدنا عمر فاروق اور موافقت قرآن

تالیف : مولانا محمد سرفراز احمد مصباحی (سیتامڑھی، بہار)

تصحیح وتصویب: مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی

پروف ریڈینگ: مولانا غلام محمد ہاشمی مصباحی (شعبۂ اختصاص فی الادب العربی، جامعہ اشرفیہ)
مولانا محمد شمشیر عالم صاحب، اکڈنڈی، سیتامڑھی (بہار)

سن اشاعت: ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء بموقع ۴۲واں عرس حافظ ملت وجشن دستار تحقیق وافتا

تعداد اشاعت: 1100

قیمت : ۳۰/روپے

ناشر : شمس الاسلام فاؤنڈیشن، سیتامڑھی، بہار

تقسیم کار : حاجی محمد کامل صاحب، عبدالستار سیٹھ، محمد ریاض الدین، کوٹرامام، چمپارن

ملنے کے پتے

[۱] المجمع الاسلامی، مبارک پور

[۲] حق اکیڈمی، مبارک پور

[۳] نوری کتاب گھر، مبارک پور

[۴] رضا بک ڈپو، پریہار، سیتامڑھی، بہار

[۵] مکتبہ حافظ ملت، مبارک پور

فہرست

☆☆☆☆☆☆

شرف انتساب

ابوالفیض جلالۃ العلم حضور حافظ ملت الشاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
[ولادت: ۱۳۱۲ھ....۱۸۹۴ء/وفات: ۱۳۹۶....۱۹۷۶ء]

و

جملہ علماے اہل سنت کے نام جنہوں نے خالصاً لوجہ اللہ
دین متین کی حفاظت وصیانت کے لیے اپنا خون جگر بہایا

و

برائے ایصال ثواب
پدر بزرگوار: محمد شمس الحق مرحوم، اکرام الحق، نجم الحق وجملہ اہل خاندان
مستقیم خان، فترو پٹیل صاحب مرحوم، مرحومہ شیدہ خاتون

اوروں کی طرف پھینکے ہیں گل اور ثمر بھی
اے خانہ بر اندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی

نیاز کش
محمد سرفراز احمد مصباحی
اکڈنڈی، پریہار، سیتامڑھی [بہار]
Mob: 9598315181
sarfarazmuj@gmail.com

دعائیہ کلمات

محمد نسیم مصباحی
استاذ و مفتی: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

الحمد لولیه والصلوة والسلام علی حبیبه وأله و اصحبه أجمعین

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے طلبہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے پورے ملک میں منفرد ہیں انہیں میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ دستار بندی کے موقع پر کارڈ و کلینڈر تقسیم کرنے کے بجائے بہت سے طلبہ کوئی کتاب تصنیف کرکے یا کسی عربی کتاب کا ترجمہ کرکے بطور دعوت نامہ تقسیم کرتے ہیں۔

امسال تخصص فی الحدیث سے فارغ ہونے والے طلبہ میں عزیز اسعد مولانا حافظ و قاری مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی زید مجدہ نے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت عمدہ ہے اس کتاب میں موصوف نے ان باتوں کو خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ جو مشورے آپ نے بارگاہ نبوت میں ذکر کیے ان میں سے بعض کے موافق قرآن پاک کی آیت کریمہ نازل ہوئیں جنہیں ''موافقات عمر'' کہا جاتا ہے۔ اور یہ کتاب بہت مفید ہے۔

عزیز موصوف نے اسے مستند کتابوں کے حوالے سے تحریر کیا ہے، ان کی یہ محنت قابل تحسین ہے اور لائق مبارک باد ہے کہ انہوں نے بڑی کد و کاوش اور عرق ریزی سے یہ

کتاب تصنیف کیا ہے۔

مولانا محمد سرفراز احمد مصباحی سلمہ ایک اچھے ذہین، نیک اور سعادت مند طالب علم ہیں۔ درجۂ ثانیہ سے تخصص فی الحدیث تک مکمل ۹ سال انہوں نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں انتہائی محنت سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف پر میں انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں، میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل عزیز موصوف کو علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرمائے، عالم بافیض بنائے، اقبال میں برکتیں عطا فرمائے، اور مزید تصنیف و تالیف کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد نسیم مصباحی

خادم التدریس والافتا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۱ جنوری ۲۰۱۷ء

تقریظ جلیل

مولانا محمد صابر القادری
صدر المدرسین: مدرسہ عربیہ رحمانیہ، رحمٰن گنج، بارہ بنکی، یوپی

نحمده و نصلي و نسلم على رسوله الكريم أما بعد:

دنیاوی علم اور دینی علم میں فرق یہ ہے کہ علوم دنیاوی کا طالب علم ابتدائی مرحلہ ہی میں کسی مخصوص فن میں کمال حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیتا ہے اسی کی موافقت سے علم حاصل کرتا ہے۔جس سے فارغ ہونے کے بعد اس کو حصول عزت وشہرت اور دولت کا ذریعہ بناتا ہے جس میں کامیابی وناکامی کا دارومدار اس کی اپنی صلاحیتوں پر ہوتا ہے۔ عمر گزر جاتی ہے لیکن اس کا علم محدود صرف اور صرف مخصوص شعبہ سے متعلق رہتا ہے اس کے برعکس دینی علوم کا طالب علم صرف علم حاصل کرتا ہے جس سے فراغت تک اس کے ذہن میں کوئی مخصوص شعبہ نہیں ہوتا نہ ہی عزت وشہرت کا خیال کرتا ہے اور نہ ہی ذریعہ معاش کے لیے متفکر ہوتا ہے اور اپنا مستقبل اس کے سپرد کردیتا ہے جس کا عطاکردہ علم حاصل کرنے میں وہ شب وروز مصروف ہے۔اور جب یہ نور علم سے اپنے دل و دماغ کو منور کرکے دینی مدارس کی اصطلاح کے مطابق فارغ التحصیل کہلاتے ہیں اور اس کے سرپر وہ دستار باندھی جاتی ہے در حقیقت وہ تو معلم کائنات ﷺ کا عطاکردہ فضیلت وعظمت کا تاج زریں ہوتا ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ کل کا یہ طالب علم آج علم کا منبع ومخزن بن جاتا ہے اور اسے مستقبل میں امت مسلمہ کی رہبری اور رہنمائی کا عظیم اور اہم منصب حاصل ہوجاتا ہے کسی مخصوص شعبے کا تعین کیے بغیر علم حاصل کرنے والا یہ خوش نصیب اب ہر شعبے کا باکمال معلم ہوتا ہے۔تدریس، تقریر، تحریر وغیرہ جیسے اہم شعبوں میں اسے دسترس اور کامل عبور حاصل ہوجاتا ہے۔ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

اب وہ منبر و محراب کا وارث بھی بن جاتا ہے جو اس کے لیے نبی اکرم ﷺ کا ترکہ ہے جس کی وراثت بلا شبہ دنیا کا ایسا عظیم اعزاز ہے جس کا مقابلہ دنیا کے کسی عہدے اور منصب سے نہیں کیا جا سکتا جس کو حاصل کرنے بعد عالم قوم کا مقتدا، رہبر، رہنما اور امام بن جاتا ہے جس کے شرعی احکام کی تعمیل جس کا احترام امت مسلمہ پر واجب ہو جاتا ہے۔ اسی لیے تو اہل ایمان علما کی عزت کرتے ہیں ان کے سامنے اپنی نظریں نیچی رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ علما وارثین انبیا ہوتے ہیں۔ حصول علم کے بعد ان کا عزم صرف اللہ تعالی کی دین کی تبلیغ و اشاعت، مسلک اعلی حضرت کا فروغ ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے ہر طرح ان کا کفیل ہوتا ہے '' يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبٰبِ ''۔

جس پر اللہ کا فضل خاص ہوتا ہے اس کو علم دین نصیب ہوتا ہے اور جسے بفضل الہی یہ علم نصیب ہو جاتا ہے اس پر مزید فضل یہ ہوتا ہے کہ اسے خیر کثیر سے نواز دیا جاتا ہے اس پر شب و روز انعامات الہیہ کی بارش برستی ہے۔

زیر نظر کتاب '' شان سیدنا عمر فاروق اور موافقت قرآن '' فقیر نے جستہ جستہ دیکھنے کا شرف حاصل کیا اسے بہت عمدہ پایا اس کتاب کی ترتیب و تالیف سے ہی پتہ چلتا ہے کہ عزیزی القدر **مولانا مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی** صاحب نے بڑی محنت و عرق ریزی سے مذکورہ کتاب تیار کی ہے فقیر مولانا موصوف کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ مولائے کریم موصوف کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور مقبول انام فرمائے نیز موصوف کے قلم میں مزید قوت عطا فرما کر مسلک اعلی حضرت کے فروغ و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

الفقیر الی اللہ: **محمد صابر القادری غفرلہ فیضی**

خادم التدریس والافتا، پرنسل مدرسہ عربیہ رحمانیہ، رحمن گنج، بارہ بنکی، یوپی

۲۸ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۷ جنوری ۲۰۱۷ء بروز جمعہ مبارکہ بوقت: ۱۲:۳۰ بجے

آغاز سخن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین الذاکرین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد سید الأنبیاء والمرسلین، وعلی آلہ، وصحبہ أجمعین، والتابعین لھم بإحسان إلی یوم الدین۔

اللہ تعالی نے نبی رحمت ﷺ کو مبعوث فرماکر اس خاک دان گیتی کو منور و مجلی کیا اور شریعت محمدی کا علم بردار بناکر نظام شریعت کی باگ ڈور سونپی اور اللہ کی وحدانیت اور صداقت کا پرچار کیا۔

نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد نیابت و خلافت کا سلسلہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ذمہ کرم پر آیا۔ اولا نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ چناں چہ [۱۰ تا ۱۳] ہجری مسند خلافت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متمکّن رہے۔ آپ کے بعد صحابۂ کرام کے مشورے کے مطابق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے، [۱۳ تا ۲۳] ہجری تک خلافت راشدہ کے امور انجام دیے اور عدل و انصاف کا ایسا ڈنکا بجایا کہ آج تک دنیا اس کی مثال اور نظیر پیش نہ کرسکی۔ جن کے جاہ و جلال اور رعب و دبدبہ کو دیکھ کر شیطان بھی اپنا راستہ بدل دیتا، آپ نے اپنے دور خلافت میں عدل و انصاف کو اتنا عام کر دیا کہ کوئی بھی شخص عدل و انصاف کا دامن چھوڑ کر جرائم کا ارتکاب کرے، اپنے دور خلافت میں تمام مستحقین کو ان کے حقوق کما حقہ عطا کیے۔

آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ تو عدل و انصاف کے بے تاج اور مسلم

النبوت بادشاہ ہیں، آپ نبی اکرم ﷺ کی مراد ہیں جن کی وجہ سے آپ کو فاروق اعظم کا لقب ہوا، دریائے نیل پر آپ کی حکمرانی، سورج پر آپ کا حکم، زمین پر آپ کی بادشاہت تھی، جو دریائے نیل آپ کا خط پاکر جاری و ساری ہوگیا، جس سورج نے آپ کے کہنے پر آپ سے اپنی گرمی سمیٹ لی، آپ کے عدل و انصاف کا شہرہ سن کر مدینے سے زلزلہ کا خاتمہ ہوا۔ جب آپ ایمان لائے تو اسلام کا سر فخر سے اونچا ہوگیا اور پورا مکہ نعرۂ تکبیر کی صداؤں سے گونج اٹھا، دشمنانِ اسلام کی طاقت و قوت آدھی ہوگئی، جس دشمنانِ اسلام کی مجلس میں آپ نے اسلام پر طعن و تشنیع کیا تھا ان مجلسوں میں اسلام کی تعریف اور اس کا ذکرِ خیر کیا۔ ارکانِ اسلام اور احکامِ اسلام شائع و ذائع ہوگئے، آذان اور نمازیں ظاہر طور پر پڑھی جانے لگی۔ مسلمان کھل کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنے لگے جس کے نتیجے میں لوگ جوق در جوق اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ لینے لگے، یہ سب آپ کے اسلام لانے کا صدقہ تھا جس کی وجہ سے خود رسول اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے۔

اور آپ کے میزانِ عدل و انصاف کو خود غیر مسلموں نے بھی سراہا، اس لیے کہ جب ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کے اندر کانگریسی حکومت کا قیام ہوا تو گاندھی نے اپنے وزیروں کو سادگی کی زندگی گزارنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا: ''میں رام چندر اور کرشن جی کا حوالہ نہیں دے سکتا کیوں کہ وہ تاریخی ہستیاں نہیں تھیں۔ میں مجبور ہوں کہ سادگی کی مثال کے لیے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا نام پیش کرتا ہوں وہ بہت بڑی سلطنت کے حاکم تھے پر انہوں نے فقیروں والی زندگی گزاری''۔

زیرِ نظر کتاب میں آپ کی ذات ستودہ صفات اور شانِ فاروقیت اور کمالات و کرامات اور آپ کی وہ آراء جن کی موافقت قرآن و حدیث میں ناز ہوئی انہیں کمالات اور خوبیوں کو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ آپ کی موافقت میں جو آیت کریمہ نازل ہوئیں ہیں ان کا پس منظر واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں آپ کا تعارف اور آپ کی شخصیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور آپ کے متعلق اقوال سلف و خلف کو بیان کیا گیا

ہے اور فضائل و مناقب کے طور پر آپ کے کچھ کرامات کو کتاب کی زینت بنائی گئی ہے۔ جو ارباب علم و دانش کے لیے لائق استفادہ اور عام لوگوں کے مفید ہے۔

میں بے حد ممنون و مشکور ہوں اپنے تمام اجلۂ اساتذہ کرام کا بالخصوص درج ذیل عظیم ہستیوں کا جن کی ذرہ نوازیوں اور خاص عنایتوں نے مجھے اس قابل بنایا اور میری اس علمی کاوش کو لائق اعتماد و اشاعت بنایا۔

جامع معقولات و منقولات محقق عصر استاذ گرامی حضرت علامہ **مفتی محمد نسیم صاحب** قبلہ مصباحی دام مجدہ: آپ از ہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اساتذہ میں سے ہیں، آپ کو علوم عقلیہ ونقلیہ بالخصوص علم فقہ اور علم الفرائض میں یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ آپ نے ایک وقیع تقدیم تحریر فرماکر اس کتاب کو سند اعتبار عطا کیا ہے۔

مصلح قوم وملت صوفی باصفا حضرت علامہ **مفتی محمد صابر القادری** صاحب قبلہ دام ظلہ: آپ کو علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور تعلیم و تعلم میں کامل دست رس حاصل ہے۔ کثرت مشاغل کے باجود آپ نے اس کتاب کی نظر ثانی فرماکر ایک گراں قدر تقریظ تحریر فرمایا اور میری اس کوشش کو سراہا۔ اللہ عزوجل ان تمام بزرگوں کا سایہ ہم پر تا دیر قائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین یارب العالمین!

والدین کریمین: جنھوں نے اپنی تمام تر کلفتوں اور بے شمار صعوبتوں کو برداشت کر کے ہم تمام بھائیوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کما حقہ ادا فرمائی اور تحصیل علم دین کے پورے عرصہ میں اپنے ہر طرح کے چین و سکون کو دور رکھا۔ اور تمام برادران کا جنھوں نے ہماری مکمل حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ عزوجل ان کی صحت و عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔

یہاں میں خصوصیت سے ان احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے کسی نہ کسی پہلو سے کتاب کی ترتیب اور اس کے اشاعتی مراحل، تبییض، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ وغیرہ میں احقر کا ساتھ دیا اور بہر ممکن امداد واعانت کی۔ اللہ عزوجل ان رفقا کو علم و عمل کی دولت لازوال سے شاد کام فرمائے۔ آمین

خصوصی طور سے شکر گزار ہوں ”پاپولر فنڈ اوف انڈیا“ کا جنھوں نے اس کار خیر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ یہ ایک ایسی غیر سیاسی تنظیم ہے جو انسان اور انسانیت کے حقوق کی بازآوری کے سرگرداں تنظیم ہے۔ جو اپنے کارناموں کی وجہ سے شہرت یافتہ ہے۔

اخیر میں دل کی گہرائیوں سے تشکر و امتنان کے گلدستے پیش ہیں ان تمام حضرات کے دیار محبت میں جنھوں نے بیش قیمتی سرمایہ اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں صرف کیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے رزق میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔

اعتذار:

کتاب کی ترتیب وطباعت کی صحت میں بھرپور کوشش کی گئی ہے پھر بھی بتقاضاے بشریت غلطی وخطا تو ممکن ہے۔ اپنے قارئین سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ زیر نظر کتاب میں کہیں غلطی نظر آئے تو وہ میری کم علمی کا نتیجہ ہے لہذا از راہ اصلاح آگاہ کر کے علمی تعاون فرمائیں۔

خیر اندیش وطالب دعا

محمد سرفراز احمد مصباحی

(شعبۂ اختصاص فی الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

موبائل:9598315181

ای میل:sarfarazmuj@gmail.com

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا مختصر تعارف

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات سے کون واقف نہیں ہے آپ نے اپنے دور خلافت میں بے شمار کارنامے انجام دے کر تاریخ میں ایک نیا باب رقم فرمایا۔ آج کل کے دور میں جس طرح امریکہ نام نہادِ سپر پاور ہے اس دور میں قیصر و کسری سپر پاور ہوا کرتے تھے، قیصر و کسری بھی آپ کے نام سے کانپتے تھے، آپ کی نگاہ عنایت وحمایت جس ملک کی جانب اٹھ جاتی وہ ملک فتح و نصرت کا تمغہ پا جاتا تھا، ہر طرف آپ کی عظمت کا جھنڈا لہراتا تھا ہر وہ طاقت جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھتی آپ اسے نیست و نابود کر دیتے۔

اسم گرامی: عمر، کنیت، ابوحفص، لقب فاروق۔ والد کا نام خطاب تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔ عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔ والدہ حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھیں۔

ولادت: عام الفیل کے ۱۳ سال بعد مکہ مکرمہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ حضرت عمر بن خطاب کے دادا عدی بن کعب زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے باہمی منازعات میں فیصل مقرر کیے جاتے اور صیغۂ سفارت کی سربراہی بھی ان کے ذمہ تھی اور عدی کے بعد یہ دونوں مناصب ان کے خاندان میں باقی رہے۔ [تاریخ الخلفا، ص:۲۰۸]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عنفوان شباب ہی میں شرفائے مکہ کی طرح علم الانساب، شاعری اور فن شہ سواری میں کمال پیدا کر لیا تھا، بازار عکاظ کے مسابقوں میں

اپنی طاقت و قوت اور شہ سواری کے کرشمے دکھا کر آپ نے غیر معمولی شہرت حاصل کر لی تھی، آپ نے کسبِ معاش کے لیے پیشۂ تجارت اختیار کیا، دور دراز علاقوں کے سفر کیے، جن سے آپ کے تجربات و مشاہدات میں خاصا اضافہ ہوا۔ بالغ نظری اور معاملہ فہمی کے وصف نے جلا پائی، جس کی بنیاد پر اہلِ مکہ نے سفارت اور تحکیم کے موروثی منصب آپ کو تفویض کر دیے۔

حضرت عمر کا اسلام: حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد تیسرے ہی دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعات میں بہت سی روایات ہیں۔ ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

ایک روایت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن غصہ میں بھرے ہوئے ننگی تلوار لے کر اس ارادہ سے چلے کہ آج میں اسی تلوار سے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتمہ کر دوں گا۔ اتفاق سے راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اسلام کی خبر نہیں تھی۔ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیوں؟ اے عمر! اس دوپہر کی گرمی میں ننگی تلوار لے کر کہاں چلے؟ کہنے لگے کہ آج بانیٔ اسلام کا فیصلہ کرنے کے لئے گھر سے نکل پڑا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمھاری بہن فاطمہ بنت الخطاب اور تمھارے بہنوئی سعید بن زید بھی تو مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ بہن کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، گھر کے اندر دونوں چھپ کر قرآن پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر دونوں ڈر گئے اور قرآن کے اوراق چھوڑ کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلا کر بولے کہ اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو بھی مسلمان ہو گئی ہے؟ پھر اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جھپٹے اور ان کی داڑھی پکڑ کر ان کو زمین پر پٹخ دیا اور سینے پر سوار ہو کر مارنے لگے۔ ان کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر کو بچانے کے لئے دوڑ پڑی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایسا طمانچہ مارا کہ ان کے کانوں کے

جھوم ٹوٹ کر گر پڑے اور ان کا چہرہ خون سے لہولہان ہو گیا۔ بہن نے صاف صاف کہہ دیا: عمر! سن لو، تم سے جو ہو سکے کر لو مگر اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہن کا خون آلودہ چہرہ دیکھا اور ان کا عزم و استقامت سے بھرا ہوا یہ جملہ سنا تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور دل ایک دم نرم پڑ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ پھر کہا کہ اچھا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔ بہن نے قرآن کے اوراق کو سامنے رکھ دیا۔ اٹھا کر دیکھا تو اس آیت پر نظر پڑی کہ '' سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ '' اس آیت کا ایک ایک لفظ صداقت کی تاثیر کا تیر بن کر دل کی گہرائی میں پیوست ہوتا چلا گیا اور جسم کا ایک ایک بال لرزہ براندام ہونے لگا۔ جب اس آیت پر پہنچے کہ '' اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ '' تو بالکل ہی بے قابو ہو گئے اور بے اختیار پکار اٹھے کہ '' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' یہ وہ وقت تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابوارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں مقیم تھے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کے گھر سے نکلے اور سیدھے حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر پہنچے تو دروازہ بند پایا، کنڈی بجائی، اندر کے لوگوں نے دروازہ کی جھری سے جھانک کر دیکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لئے کھڑے تھے۔ لوگ گھبرا گئے اور کسی میں دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اندر آنے دو اگر نیک نیتی کے ساتھ آیا ہے تو اس کا خیر مقدم کیا جائے گا ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر قدم رکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود آگے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو پکڑا اور فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! تو مسلمان ہو جا آخر تو کب تک مجھ سے لڑتا رہے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہ آواز بلند کلمہ پڑھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مارے خوشی کے نعرہ تکبیر بلند فرمایا اور تمام حاضرین نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چھپ چھپ کر خدا کی عبادت کرنے کے کیا معنی؟ اٹھئے ہم کعبہ میں

چل کر علی الاعلان خدا کی عبادت کریں گے اور خدا کی قسم ! میں کفر کی حالت میں جن جن مجلسوں میں بیٹھ کر اسلام کی مخالفت کرتا رہا ہوں اب ان تمام مجالس میں اپنے اسلام کا اعلان کروں گا۔ پھر حضور ﷺ صحابہ کی جماعت کو لے کر دو قطاروں میں روانہ ہوئے۔ ایک صف کے آگے آگے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے تھے اور دوسری صف کے آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس شان سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرم کعبہ میں مشرکین کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ یہ سنتے ہی ہر طرف سے کفار دوڑ پڑے اور حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے لگے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان لوگوں سے لڑنے لگے۔ ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماموں ابوجہل آگیا۔ اس نے پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے ؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوگئے ہیں اس لئے لوگ برہم ہوکر ان پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ یہ سن کر ابوجہل نے حطیم کعبہ میں کھڑے ہوکر اپنی آستین سے اشارہ کرکے اعلان کر دیا کہ میں نے اپنے بھانجے عمر کو پناہ دی۔ ابوجہل کا یہ اعلان سن کر سب لوگ ہٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اسلام لانے کے بعد میں ہمیشہ کفار کو مارتا اور ان کی مار کھاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب فرما دیا۔[تاریخ الخلفاص:۲۱۱۔۲۱۳]

حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرمایا کرتے تھے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام ہماری فتح، ان کی ہجرت ہماری کامیابی اور ان کی امارت خدا کی رحمت تھی۔ جب تک وہ اسلام نہیں لائے تھے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن وہ مسلمان ہوئے تو قریش کو مجبور کر دیا کہ مسلمانوں کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے نہ روکیں۔[تاریخ الخلفاص:۲۱۵]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیرت وحمیت کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے اور پوری زندگی اسلام کی نصرت وحمایت اور اشاعت دین کے لیے وقف کر دی۔ حضور ﷺ کے حکم پر مدینہ شریف ہجرت کی اور تمام دینی، ملکی، عسکری معاملات میں پیش پیش رہے اور تمام غزوات میں شرکت کی اور عہد صدیقی میں ایک لائق مشیر و مدبر کی حیثیت سے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعاون بھی کیا۔

خلافت: ۲۳ جمادی الاولی ۱۳ھ کو حضرت عمر فاروق مسند آرائے خلافت ہوئے، بیعت عام کے بعد آپ نے یہ خطبۂ بلیغ ارشاد فرمایا:

''عرب کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو اپنے ساربان کا مطیع ہو اس کے رہنما کا فرض یہ ہے کہ وہ دیکھے اس کو کس طرف لے جارہا ہے میں رب کعبہ کی قسم کھاکر کہتا ہوں: تم کو راہ مستقیم پر لے چلوں گا۔ [طبری ج: ۲، ص: ۶۲۲]

حضرت عمر فاروق نے اپنی حکومت کی اساس حضرت ابوبکر صدیق کی طرح دین اور فلاح عام کے اصولوں پر رکھی، ان کا نصب العین خلوص و محبت اعلاء کلمۂ حق اور اشاعت دین کے اصولوں کو عام کرنا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد خلافت عدل و مساوات، امن و شانتی، خوش حالی و فارغ البالی، ملکی فتوحات اور اشاعت اسلام کا زریں دور تھا۔ تنظیمی، عدالتی، عسکری، اور حکومت و سیاست کے تمام شعبے واضح شکل میں اختیار کر گئے، اور فتوحات کا دائرہ اس قدر وسیع ہوا کہ ماضی میں ایسی مثال نہیں ملتی۔

علم و فن: مکہ کے جاہلی دور میں بھی حضرت عمر فاروق نوشت و خواند اور شعر و سخن سے بخوبی واقف تھے۔ اپنی صلاحیت اور قوت ادراک کے ساتھ جب معلم کتاب و حکمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوئے تو جوہر صلاحیت و قابلیت خوب نکھرا یہاں تک کہ وہ علم و شعور کا پیکر بن گئے۔ تفکر و تدبر، بالغ نظری، ذہانت و فراست اور اصابت رائے میں آپ نے امتیازی شان حاصل کرلی۔ آپ کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ ان میں کچھ درج ذیل ہیں:

آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' ان اللہ تعالی جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ'' [ترمذی ج۲ ص۲۰۹ و مشکوۃ باب مناقب عمر ص:۵۵۷]

بے شک اللہ تعالی نے عمر فاروق کے زبان اور دل پر حق و صداقت اور سچائی کو

ودیعت فرمایا۔

"لو کان بعدی نبی لکان عمر "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

[مشکوۃ باب مناقب عمر ص:۵۵۸]

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اسے پیا اور باقی جو بچا عمر بن خطاب کو دے دیا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اس کی کیا تعبیر بیان فرمائی، ارشاد فرمایا: علم۔

[مشکوۃ باب مناقب عمر ص:۵۵۷]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم یہ بعید نہیں جانتے کہ سکینہ عمر کی زبان پر بولے۔[مشکوۃ باب مناقب عمر ص:۵۵۷]

حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ کی کتاب کے علم کو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے زیادہ جانتے تھے اور اللہ تعالی کے دین کے معاملے میں ہم سب سے فقیہ تھے، ترازو کے ایک پلے میں حضرت عمر فاروق کا علم اور دوسرے پلے میں ساری دنیا کا علم رکھا جائے تب بھی عمر کے علم کا پلہ بھاری رہے گا۔ [تاریخ العرب، ج،۳، ص:۱۹۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ بخدا عمر فاروق انتہائی سریع الفہم اور ہر کام تنہا کرنے کی ہمت رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم نے کسی شخص کو عمر فاروق کے اتنا ذہین، ذکی اور سخی نہیں پایا۔[تاریخ الخلفا، ص:۸۶]

اے عمر! شیطان تم کو دیکھتے ہی راستہ کاٹ جاتا ہے۔

[تاریخ الخلفا ص:۲۱۹، مشکوۃ باب مناقب عمر ص:۵۵۷]

اور دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل و میکائیل میرے دو آسمانی وزیر ہیں ۔ جب کہ ابوبکر و عمر میرے دو زمینی وزیر ہیں۔ ایک دوسری جگہ یہ بھی ارشاد فرمایا: میری امت میں اللہ تعالی کے دین کے معاملے میں سب سے سخت عمر فاروق ہیں۔

مناقب عمر فاروق میں جو احادیث اور اقوال سلف اوپر گزرے ہیں ان سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ کا علمی پایہ نہایت ہی ارفع واعلی تھا۔ فہم و فراست اور عقل و شعور ذات نبوت ﷺ سے حد درجہ قریب تھی حضرت عبد اللہ ابن عمر کے بقول آپ کی صواب دید اور اصابت رائے کا عالم یہ تھا کہ بعض امور میں حضرت عمر فاروق اور عام لوگوں کی رائے میں اختلاف ہوتا تو قرآن شریف حضرت عمر فاروق کے قول کے مطابق نازل ہوتا۔ [تاریخ الخلفا، ص:۱۲۲]

حضرت عمر فاروق قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر، شریعت و لغت اور خطابت و تقریر میں بلند مقام پر فائز تھے۔ فقہ میں درجۂ اجتہاد رکھتے تھے۔ نوع بنوع مسائل آپ کے سامنے آتے تو اولا آپ قرآن و سنت کی روشنی میں ان کا حل تلاش کرتے اگر کامیابی نہیں ملتی تو صحابۂ کرام کے مجمع میں طلب کرتے اور بحث و مناظرہ کرتے یہاں تک کہ آپ کے دل میں یقین و اطمینان پیدا ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا میں آپ کے فتاوی کی پیروی کی گئی۔

[حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱ ص:۳۱۸]

آپ روایت حدیث میں بھی ماہر تھے، آپ کی مرویات کی تعداد کتب احادیث میں کل ۵۳۹ تک پہونچتی ہے۔ آپ کتاب و سنت کو دین کی بنیاد اور مسائل شرعیہ کا بنیادی مصدر و منبع تسلیم کرتے تھے۔ پہلے قرآن سے پھر قرآن کے بعد احادیث سے مقدمات کے فیصلے فرماتے اور دوسروں کو احادیث سے احکام و مسائل کی تخریج کا حکم بھی دیتے تھے۔ احادیث کے مل جانے پر اپنے قیاسی فیصلے تبدیل فرما دیتے اور حدیث سے مستنبط فیصلے کو بلا تامل تسلیم کر لیتے، چناں چہ ایک بار ایک مجنونہ زانیہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے: تین شخص مرفوع القلم ہیں: سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، مجنون جب تک صحیح نہ ہو جائے۔ یہ حدیث سن کر حضرت عمر فاوق نے عورت کو چھوڑ دیا اور حد جاری نہ کی۔ [المحدث الفاصل، ص:۳۶۶]

جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا اور اس کا حل قرآن میں نہ پاتے تو حضرت عمر فاروق مجمع عام میں کھڑے ہو کر پکارتے کہ اس مسئلہ کے متعلق کسی کے پاس کوئی حدیث ہے؟ احکام و مسائل سے متعلق احادیث کی اشاعت کے لیے حضرت عمر فاروق نے مؤثر تدابیر اختیار کیں، چناں چہ احادیث نبویہ کو نقل کر کے تبلیغ و اشاعت کے لیے بھیج دیتے۔

صحابہ میں جو لوگ علم حدیث کے ارکان تھے ان کو مختلف ممالک میں حدیث کی تعلیم کے لیے بھیجا، روایات کی چھان بین اور جرح و تعدیل کی ابتدا کی، جو حدیث کسی ایک راوی کی ہوتی اس کی تصدیق کے لیے عموماً شہادت طلب کرتے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: روایت حدیث کے بارے میں آپ نے محدثین کے لیے تحقیق و تثبیت کا طریقہ جاری کیا ہے اگر کبھی آپ کو کسی حدیث میں کوئی تردد ہوتا تو جب تک اطمینان نہ ہو جاتا اس کے قبول کرنے میں توقف فرماتے۔

ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ابو موسی اشعری نے آپ کے دروازے پر تین مرتبہ سلام کہا اور جواب نہ پا کر واپس چلے گئے آپ نے آدمی بھیج کر بلایا اور پوچھا تم واپس کیوں چلے گئے؟ بولے میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی تین دفعہ سلام کہے اور جواب نہ پائے تو واپس چلا جائے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: اس کا کوئی ثبوت پیش کرو ورنہ خیر نہیں، ابو موسی اشعری گھبراتے ہوئے ہمارے پاس آئے ہم نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ انہوں نے ماجرا سنایا اور بولے تم میں سے کسی نے یہ حدیث حضور ﷺ سے سنی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! ہم سب نے یہ حدیث سنی ہے۔ پھر ان کے ساتھ ایک آدمی بھیجا جس نے حضرت عمر کے پاس شہادت دی کہ ابو موسی اشعری ٹھیک کہتے ہیں، ہم نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپ حدیث روایت کرنے اور روایت کو قبول کرنے کے معاملے میں حد درجہ احتیاط رکھتے تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص:۷]

اخلاق و کردار: فاروق اعظم کے آئینۂ اخلاق میں خشیت الٰہی، پرہیزگاری، تقوی،

خشوع، اخلاص، حفظ لسان، حق پرستی، راست گوئی، تواضع، سادگی کا کامل عکس تھا۔ اخلاق کی پختگی کا سرچشمہ خشیت الٰہی ہے جس سے آپ کو حظ وافر ملا تھا، خوف خدا سے غایت درجہ لرزتے تھے، پوری پوری رات خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں ادا کیا کرتے، ان آیتوں کو پڑھتے جن میں خدا کی عظمت و جلال اور قیامت کا تذکرہ ہوتا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کے اثر سے رونے لگتے، ہچکیاں تک بندھ جاتیں۔

مبدأ خلق عظیم کی محبت اور اتباع رسول ﷺ کا سچا جذبہ آپ کے دل کی گہرائیوں میں اتر چکا تھا، رسول اکرم ﷺ کی محبت دنیا و مافیہا کی محبت پر غالب تھی، رسول گرامی کے ساتھ والہانہ عشق کا عالم یہ تھا کہ حضور ﷺ کے تمام قرابت داروں اور متعلقین سے حد درجہ الفت کرتے اور انہیں ہر معاملے میں مقدم رکھتے، حرص و طمع سے آپ کا دامنِ اخلاق پاک تھا اور زہد و قناعت کے میدان میں معاصرین سے بہت آگے تھے۔

جاہ و جلال: آپ کا جاہ و جلال تو ایسا تھا کہ شیطان آپ کو دیکھ کر راستہ کاٹ دیتا، لوگ آپ کا نام مبارک سن کر عدل و انصاف کو یاد کرنے لگتے اور عدل و انصاف کا مجموعہ بنتے ہوئے نظر آتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک وفد بیت المقدس بھیجا، وہ وفد کوئی عام آدمی کا وفد نہیں تھا بلکہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا وفد تھا ، یہ وفد بیت المقدس پہونچا، یہ اس دور کی بات ہے جب بیت المقدس پر پادریوں کا قبضہ تھا اور حضرت عمر فاروق بیت المقدس کو پادریوں کے چنگل سے آزاد کرانا چاہتے تھے، صحابۂ کرام نے پادریوں سے کہا: ہم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کی جانب سے یہ پیغام لے کر آئے ہیں تم لوگ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہ سن کر پادریوں نے کہا: ہم لوگ صرف تمھارے امیر المومنین کو دیکھنا چاہتے ہیں، کیوں کہ جو نشانیاں ہم نے فاتح بیت المقدس کی اپنی کتابوں میں پڑھی ہیں وہ نشانیاں ہم تمھارے امیر میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ نشانیاں تمھارے امیر میں موجود ہوئیں تو ہم بغیر جنگ و جدال کے بیت المقدس تمھارے حوالے کر دیں گے، یہ سن کر مسلمانوں کا یہ وفد حضرت عمر فاروق کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا آپ کو سنایا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے ستر پیوند سے لبریز اپنا جبہ پہنا، عمامہ شریف باندھا اور جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ سے عرض کرنے لگے حضور! وہاں بڑے بڑے لوگ ہوں گے آپ سے عریضہ ہے کہ آپ اچھا اور نیا لباس پہن لیں، ہمارے بیت المال میں کوئی کمی نہیں ہے۔

انسانی فطرت کا بھی تقاضہ یہی ہے کہ بندہ جب کسی بڑی جگہ پر جاتا ہے تو وہ اچھا لباس پہن کر جاتا ہے تاکہ اس کا وقار بلند ہو۔ مگر اللہ اکبر! صحابہ کرام کی یہ بات سن کر حضرت عمر فاروق کو جلال آگیا اور فرماتے ہیں: کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ عمر کو عزت حکومت کی وجہ سے ملی ہے یا اچھے لباس کی وجہ سے ملی ہے؟ نہیں عمر فاروق کو عزت نبی کی غلامی کی وجہ سے ملی ہے۔ آپ فورا سواری تیار کر کے روانہ ہوئے، جیسے ہی حضرت عمر فاروق بیت المقدس پہونچے تو حضرت عمر فاروق اعظم کا حلیہ مبارک دیکھ کر، سرکار اعظم ﷺ کے غلام کو دیکھ کر پادریوں کی چیخیں نکل گئیں۔ اور حضرت عمر فاروق کے قدموں میں گر پڑے اور سارے بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمر فاروق کے حوالے کر دیا۔ اور پادری کہنے لگا کہ ہمیں آپ سے کوئی جنگ و جدال نہیں کرنی ہے، کیوں کہ ہم نے فاتح بیت المقدس کا جو حلیہ اپنی کتاب میں پڑھا ہے یہ وہی حلیہ ہے اس طرح بغیر جنگ و جدال آپ کے جاہ و جلال کی وجہ سے بیت المقدس آزاد ہو گیا۔

وفات: ۲۶/ ذی الحجہ ۲۳ھ فجر کے وقت جب کہ صفیں درست ہو چکیں تھیں ایک ایرانی غلام ابو لؤلؤ نے خنجر سے حملہ کر کے مہلک زخم پہونچایا جب زندگی کی امید نہ رہی تو امر خلافت کو چھ حضرات حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مشاورت پر منحصر کر دیا جب وقت نزع قریب آیا تو سر سجدے میں رکھ دیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ [تذکرۃ الحفاظ، ج،ا، ص:۸]

شان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور موافقت قرآن

آپ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ کی زبان پر حق بولتا تھا، آپ الہامی شخصیت کے مالک تھے، جو سوچتے وہ ہوجاتا تھا، کسی معاملے میں آپ جو مشورہ دیتے یا رائے پیش کرتے تو قرآن کریم کا نزول آپ کے موافق ہوتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے رائے کی تائید فرماتے۔

چناں چہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہ الکریم کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آرا موجود ہیں جن کی وحی الٰہی نے تائید فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر بعض امور میں لوگوں کی رائے کچھ اور ہوتی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کچھ اور ہوتی، تو قرآن مجید حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔[تاریخ الخلفا، ص:۹۶]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے رب نے تین امور میں میری موافقت فرمائی۔ مقام ابراہیم پر نماز کے متعلق، پردے کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے معاملے میں۔

محدثین فرماتے ہیں کہ ان تین امور میں حصر کی وجہ ان کی شہرت ہے ورنہ موافقت کی تعداد اس سے زائد ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے رب نے اکیس باتوں میں میری موافقت فرمائی ہے جن کا تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تاریخ الخلفاء میں کیا ہے۔ ان امور کی تفصیل حسب ذیل ہے:

مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کا حکم:

[۱] ”وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ

لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ'' [البقرہ، آیت: ۱۲۵، کنزالایمان]

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے''۔ [تاریخ الخلفا، ص:۲۲۴تا۲۲۸]

یہ آیت حضرت عمر فاروق کی موافقات میں سے ہے۔ بخاری و ترمذی نے اس حدیث تخریج کی ہے کہ حضرت عمر فاروق سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کی تین احکام میں موافقت کی یعنی نزول حکم سے قبل میری رائے کچھ اور تھی مگر اس کے خلاف حکم آیا جس کی میں نے اطاعت کی۔ اور تین احکام میں میرے رب نے میری موافقت فرمائی یعنی میرے صواب دید کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ میں نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا دیتے تو اچھا ہوتا۔ اس کے بعد مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ [ازالۃ الخفاعن الخلفاء الراشدین، ج:۲، ص:۱۴]

مسلمان عورتوں کو پردے کا حکم:

[۲] حجاب کے احکام سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ازواج مطہرات کے سامنے طرح طرح کے لوگ آتے ہیں اس لیے آپ انھیں پردے کا حکم دیجیے، چناں چہ اس سلسلے میں آپ کے موافق آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ''يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا''. اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منھ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

[الاحزاب، آیت:۵۹ کنزالایمان]

اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

[بخاری شریف، ج:2، ص:705 کتاب التفسیر]

بدر کے قیدیوں کے متعلق رائے:

[۳] بدر کے قیدیوں کے متعلق بعض نے فدیے کی رائے دی جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کا مشورہ دیا اس پر بھی آپ کی موافقت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ '' مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ '' ۔[الانفال،آیت:۶۷،کنزالایمان]

کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔[تفسیر خزائن العرفان،الانفال:تحت الآیہ:۶۷،ص:۵۳۰]

ازواج مطہرات سے خطاب:

[۴] نبی کریم ﷺ کا اپنی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا بعض ازواج مطہرات کو ناگوار گزرا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: '' عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا '' ۔ [التحریم،آیت:۴ کنزالایمان]

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کواریاں ''۔ [تفسیر خزائن العرفان،سورہ تحریم،تحت الآیہ:5،ص:1037]

شراب کی حرمت کا حکم:

[۵] شراب اور جوئے کی حرمت سے قبل مدینہ طیبہ میں شراب اور جوئے کا عام رواج تھا۔ حضرت عمر فاروق نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا ہمیں شراب اور جوئے کے متعلق ہدایت دیجیے، کیوں کہ یہ مال اور عقل دونوں کو ضائع کر دیتے ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی '' يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ '' [البقرہ،آیت:۲۱۹ کنزالایمان]

وہ لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔[تاریخ الخلفا، ص:۲۲۶]

حالت نشہ میں بطلانِ نماز کا حکم:

[۶]ایک شخص نے ایک بار شراب کے نشے میں نماز پڑھائی تو اس نے قرآن غلط پڑھ دیا اس پر حضرت عمر فاروق نے پھر وہی عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں شراب اور جوئے کے متعلق ہدایت دیجیے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰارٰی ''۔ [النساء، آیت: ۴۳کنزالایمان]

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ''۔ [تاریخ الخلفا، ص:۲۲۶]

شراب، جوئے، پانسے، اور بت کی مذمت کا حکم:

[۷]شراب کے سلسلے میں حضرت عمر بن خطاب نے بار بار دعا کی، الٰہی! شراب اور جوئے کے متعلق ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما۔ چناں چہ آپ کے بار بار دعا کی وجہ سے شراب اور جوئے کے حرام ہونے پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ '' یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ''۔ [المائدہ، آیت: ۹۰کنزالایمان]

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ''۔[تاریخ الخلفا، ص:۹۷]

اللہ بڑی برکت والا ہے:

[۸]حضرت انس سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ ''وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسٰنَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ''اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا '' نازل ہوئی تو اس کو سن کر حضرت عمر فاروق نے بے ساختہ کہا، ''فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ''۔ [المومنون، آیت: ۱۴کنزالایمان]

توبڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ اس کے بعد انہی لفظوں کے ساتھ یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی۔[تاریخ الخلفا، ص:۲۲۵]

منافقین کی نماز جنازہ اور تدفین کی ممانعت:

[۹]جب منافق عبد اللہ ابن ابی مرا تواس کے لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے درخواست کی، اس پر حضرت عمر فاروق نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ عبد اللہ ابن ابی تو آپ کا سخت دشمن اور منافق تھا، آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟ تو نبی رحمت ﷺ نے تبلیغ دین کی حکمت کے پیش نظر اس کی نماز پڑھائی، تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ'' [التوبہ، آیت: ۸۴ کنزالایمان]

اور ان میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔[تاریخ الخلفا، ص:۲۲۶]

لیکن یہ خیال رہے کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فعل صحیح اور کئی حکمتوں پر مبنی تھا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نماز کی وجہ سے اس منافق کی قوم کے ایک ہزار افراد اسلام لے آئے اگر آپ کا یہ فعل مبارک رب تعالی کو پسند نہ ہوتا تو وحی کے ذریعہ آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرما دیتا۔ جب کہ حضرت عمر کی رائے کا صحیح ہونا عام منافقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کے متعلق ہے۔

منافقین کے لیے دعائے مغفرت:

[۱۰]اسی نماز جنازہ کے حوالے سے حضرت عمر فاروق اعظم نے عرض کیا ''سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ''

[المنفقون، آیت: ۶ کنزالایمان]

ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بیشک اللہ

فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ اس پر سورہ منافقون کی یہ آیت نازل ہوئی۔[تاریخ الخلفا، ص:۲۲۶]

مقام بدر کی طرف جانے کا حکم:

[۱۱]جس وقت حضور اکرم ﷺ نے جنگ بدر کے سلسلے میں صحابہ کرام سے باہر نکل کر لڑنے کے سلسلے میں مشورہ کیا تو اس وقت حضرت عمر فاروق نے ہی نکلنے کا مشورہ دیا اور اسی وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ''كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ،، [الانفال، آیت: ۵ کنزالایمان]

جس طرح اے محبوب تمہیں تمھارے رب نے تمھارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔[تاریخ الخلفا، ص:۲۲۶]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکیزگی کا بیان:

[۱۲]حضرت عائشہ پر جب منافقین نے بہتان لگایا تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق سے مشورہ فرمایا تو حضرت عمر فاروق نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ آپ کا ان سے نکاح کس نے کیا تھا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس پر حضرت عمر فاروق نے عرض کیا، کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ سے ان کے عیب کو چھپایا ہوگا؟ بخدا! یہ عائشہ پر عظیم بہتان ہے، اور حضرت عمر فاروق کی موافقت میں اسی طرح آیت کریمہ نازل ہوئی۔'' وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ '' [النور، آیت: ۱۶ کنزالایمان]

اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔ [تاریخ الخلفا، ص:۹۷]

رمضان کی راتوں میں مباشرت کی اجازت:

[۱۳]ابتدائے اسلام میں رمضان شریف کی رات میں بھی بیوی سے قربت منع

تھی، حضرت عمر فاروق نے اس کے بارے میں کچھ عرض کیا، تو اس کے بعد شب میں مجامعت کو جائز قرار دے دیا گیا اور اس طرح یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ''اُحِلَّ لَکُمۡ لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمۡ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّھُنَّ'' [البقرہ، آیت: ۱۸۷ کنزالایمان]
روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمھارے لئے حلال ہوا وہ تمھاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس''۔[تاریخ الخلفا، ص:۲۲۷]

جو جبریل کا دشمن ہے اللہ اس کا دشمن ہے:

[۱۴]ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق سے کہا: جبرئیل فرشتہ جس کا ذکر تمھارے نبی کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا:'' مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبۡرِیۡلَ وَمِیۡکٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ '' [البقرہ، آیت: ۹۸ کنزالایمان]
جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا''۔آپ کی موافقت میں بالکلیہ انہیں الفاظ کے ساتھ یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی۔ [تاریخ الخلفا، ص:۲۲۷]

رسول اللہ ﷺ کو حکم بنانے کا حکم:

[۱۵] دو شخص لڑائی کے بعد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا فیصلہ کر دیا لیکن جس کے خلاف یہ فیصلہ ہوا وہ منافق تھا، جس کا نام کعب بن اشرف تھا، اس نے کہا چلو، حضرت عمر فاروق کے پاس چلیں اور ان سے فیصلہ کرائیں، چناں چہ یہ دونوں پہونچے اور جس شخص کے موافق حضور اکرم ﷺ نے فیصلہ فرمایا تھا اس نے حضرت عمر فاروق سے کہا، حضور ﷺ نے ہمارا فیصلہ تو اس طرح سے فرمایا تھا، لیکن میرا یہ ساتھی فیصلہ نہیں مانا اور آپ کے پاس فیصلے کے لیے آیا، آپ نے فرمایا: ذرا ٹھہرو میں آتا ہوں۔ آپ اندر سے تلوار نکال لائے اور اس شخص کو جس نے حضور ﷺ کا فیصلہ نہیں مانا تھا، قتل کر دیا، دوسرا شخص بھاگا ہوا رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے عمر

سے یہ امید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر اس طرح کی جرأت کریں گے۔اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔اور حضرت عمر فاروق اس منافق کے خون سے بری رہے۔''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا''. [النساء، آیت: ۶۵ کنزالایمان]

تو اے محبوب! تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ [تاریخ الخلفا، ص:۲۲۷]

بغیر اجازت گھروں میں داخلے کی ممانعت

[۱۶] حضرت عمر فاروق ایک مرتبہ سو رہے تھے کہ آپ کا ایک غلام بغیر اجازت لیے اندر آگیا، اس وقت آپ نے دعا فرمائی۔ الٰہی! بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونا حرام فرما دے۔ تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ''۔ [النور، آیت: ۲۷ کنزالایمان]

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو یہ تمھارے لئے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔
[تاریخ الخلفا، ص:۲۲۸]

آیت مبارکہ میں عمومیت کا حکم:

[۱۷] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا واقعہ کچھ یوں عرض کرنے لگا کہ ایک عورت میرے پاس کچھ خریدنے کے لیے آئی تو میں اسے اپنے خاص کمرے میں لے گیا اور زنا کے علاوہ سب کچھ کیا۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیری بربادی ہو شاید اس کا شوہر جہاد پر گیا ہے؟،، اس نے کہا: جی ہاں،،۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس کے بعد

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق اور رسول اکرم ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ تیری بربادی ہو شاید اس کا شوہر جہاد پر گیا ہوا ہے؟ پھر سورۂ ھود کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔'' وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ''اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔

[سورہ ھود۔آیت:۱۱۴،کنزالایمان]

تو اس شخص نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ اس آیت میں جو حکم ہے وہ صرف میرے لیے خاص ہے؟ تو فاروق اعظم نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا یہ صرف تیرے لیے خاص نہیں یہ سب کے لیے عام ہے۔ تو حضور ﷺ نے آپ کی تائید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: عمر نے سچ کہا،،۔ [مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس، ج۔ا ص:۲۹۵]

سابقین جنتیوں کے دو گروہ:

[۱۸] قیامت کے دن تین طرح کے لوگ ہوں گے:[۱] ایک وہ جن کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔[۲] وہ جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔[۳] پھر وہ لوگ جو نیکیوں میں سبقت لے گئے۔ پھر ان کے جنتی ہونے کا بیان ہے۔ اس تیسری قسم کے لوگوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:[۱] اگلے یعنی پہلے والے [۲] پچھلے یعنی بعد والے اگلوں سے مراد صحابۂ کرام اور پچھلوں سے مراد بعد والے لوگ ہیں۔ فرمایا گیا: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ''وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ اور پچھلوں میں سے تھوڑے،،۔ تو امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اگلوں میں سے پورا اور پچھلوں میں سے صرف تھوڑے؟،، تو آپ کی موافقت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی'' وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ''وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْن،، اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ ''۔[الواقعہ،آیت:۳۹کنزالایمان]

یہ آیت کریمہ بھی آپ ہی کی موافقت میں نازل ہوئی۔ [تاریخ الخلفا،ص:۲۲۸]

کفار کی قوت آدھی ہوگئی:

[۱۹]حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر فاروق اسلام لائے تو مشرکین مکہ نے کہا: آج ہماری طاقت آدھی ہوگئی، اس وقت حضرت عمر فاروق کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔'' يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ''. [الانفال، آیت ۶۴، کنزالایمان]

اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ سارے مسلمان جو تمھارے پیرو ہوئے۔ [تاریخ الخلفاء، ص:۹۶]

فاروق اعظم کی رائے پر آذان کے الفاظ میں اضافہ:

[۲۰] حضرت سیدن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداءً آذان میں ''أشهد أن لا إله إلا الله'' کے بعد '' حی علی الصلوۃ'' کہا کرتے تھے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے بلال! ''أشهد أن لا إله إلا الله'' کے بعد ''أشهد أن محمدا رسول الله'' کہا کرو۔ یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال جیسا تمہیں عمر نے حکم دیا ویسا ہی کہو۔

[تاریخ الخلفاء، ص:۲۲۹]

کرامات عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قبر والوں سے گفتگو:

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ایک نوجوان صالح کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ '' وَلِمَنْ خَافَ

مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ '' یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

اے نوجوان! بتا قبر میں تیرا کیا حال ہے؟ اس نوجوان صالح نے قبر کے اندر سے آپ کا نام لے کر پکارا اور بآواز بلند دو مرتبہ جواب دیا کہ میرے رب نے یہ دونوں جنتیں مجھے عطا فرمادی ہیں۔ [حجۃ اللہ علی العالمین ج۲، ص ۸۶۰:]

مدینہ کی آواز نہاوند تک:

امیر المؤمنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر نہاوند کی سرزمین میں جہاد کے لیے روانہ فرمادیا۔ آپ جہاد میں مصروف تھے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے ناگہاں یہ ارشاد فرمایا کہ یَاسَارِ یَۃَ الْجَبَل [یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کرلو] حاضرین مسجد حیران رہ گئے کہ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سرزمین نہاوند میں مصروف جہاد ہیں اور مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر ہیں۔ آج امیر المؤمنین نے انہیں کیوں کر اور کیسے پکارا؟ لیکن نہاوند سے جب حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاصد آیا تو اس نے یہ خبر دی کہ میدان جنگ میں جب کفار سے مقابلہ ہوا تو ہم کو شکست ہونے لگی اتنے میں ناگہاں ایک چیخنے والے کی آواز آئی جو چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا کہ اے ساریہ! تم پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کرلو۔ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز ہے، یہ کہا اور فوراً ہی انہوں نے اپنے لشکر کو پہاڑ کی طرف پشت کر کے صف بندی کا حکم دیا اور اس کے بعد جو ہمارے لشکر کی کفار سے ٹکر ہوئی تو ایک دم اچانک جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا اور دم زدن میں اسلامی لشکر نے کفار کی فوجوں کو روند ڈالا اور عساکر اسلامیہ کے قاہرانہ حملوں کی تاب نہ لاکر کفار کا لشکر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا اور افواج اسلام نے فتح مبین کا پرچم لہرادیا۔ [تاریخ الخلفاء، ص:۲۳۰]

تبصرہ:

حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیثِ کرامت سے چند باتیں معلوم ہوئیں جو طالبِ حق کے لیے روشنی کا مینارہ ہیں۔

[۱] یہ کہ حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے سپہ سالار دونوں صاحبِ کرامت ہیں کیوں کہ مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر آواز کو پہنچا دینا یہ امیر المؤمنین کی کرامت ہے اور سینکڑوں میل کی دوری سے کسی آواز کو سن لینا یہ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے۔

[۲] امیر المؤمنین نے مدینہ طیبہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر نہاوند کے میدان جنگ اور اس کے احوال وکیفیات کو دیکھ لیا اور پھر عساکر اسلامیہ کی مشکلات کا حل بھی منبر پر کھڑے کھڑے لشکر کے سپہ سالار کو بتادیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے کان اور آنکھ اور ان کی سمع وبصر کے طاقتوں کو عام انسانوں کے کان وآنکھ اور ان کی قوتوں پر ہرگز ہرگز قیاس نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ ایمان رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کے کان اور آنکھ کو عام انسانوں سے بہت ہی زیادہ طاقت عطا فرمائی ہے اور ان کی آنکھوں، کانوں اور دوسرے اعضاء کی طاقت اس قدر بے مثل اور بے مثال ہے اور ان سے ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔

[۳] حدیث مذکور بالا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت ہوا پر بھی تھی اور ہوا بھی ان کے کنٹرول میں تھی اس لیے کہ آوازوں کو دوسروں کے کانوں تک پہنچانا در حقیقت ہوا کا کام ہے کہ ہوا کے تموج ہی سے آوازیں لوگوں کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر سنائی دیا کرتی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب چاہا اپنے قریب والوں کو اپنی آواز سنادی اور جب چاہا تو سینکڑوں میل دور والوں کو بھی سنادی، اس لئے کہ ہوا آپ کے زیر فرمان تھی، جہاں تک آپ نے چاہا

ہوا سے آواز پہنچانے کا کام لے لیا۔

سبحان اللہ! سچ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کہ "مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ" [یعنی جو خدا کا بندہ فرماں بردار بن جاتا ہے تو خدا اس کا کارساز و مددگار بن جاتا ہے]

دریا پر غلام مصطفی ﷺ کی حکمرانی:

روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور خلافت میں ایک مرتبہ مصر کا دریائے نیل خشک ہوگیا۔ مصری باشندوں نے مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فریاد کی اور یہ کہا کہ مصر کی تمام ترپیداوار کا دارومدار اسی دریائے نیل کے پانی پر ہے ۔ اے امیر! اب تک ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ جب کبھی بھی یہ دریا سوکھ جاتا تھا تو ہم لوگ ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو اس دریا میں زندہ دفن کر کے دریا کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے تو یہ دریا جاری ہوجایا کرتا تھا اب ہم کیا کریں؟ گورنر نے جواب دیا کہ ارحم الراحمین اور رحمۃ للعالمین کا رحمت بھرا دین ہمارا اسلام ہرگز ہرگز کبھی بھی اس بے رحمی اور ظالمانہ فعل کی اجازت نہیں دے سکتا لہٰذا تم لوگ انتظار کرو میں دربار خلافت میں خط لکھ کر دریافت کرتا ہوں وہاں سے جو حکم ملے گا ہم اس پر عمل کریں گے چنانچہ ایک قاصد گورنر کا خط لے کر مدینہ منورہ دربار خلافت میں حاضر ہوا، امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر کا خط پڑھ کر دریائے نیل کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ "اے دریائے نیل! اگر تو خود بخود جاری ہوا کرتا تھا تو ہم کو تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوجا۔"

امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خط کو قاصد کے حوالہ فرمایا اور حکم دیا کہ میرے اس خط کو دریائے نیل میں دفن کردیا جائے ۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق مصر کے گورنر اس خط کو دریائے نیل کی خشک ریت میں دفن کردیا، خدا کی شان کہ جیسے ہی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط دریا میں دفن کیا گیا فوراً ہی دریا جاری ہوگیا اور اس کے بعد پھر کبھی خشک نہیں ہوا۔ [ازالۃ الخفاء، ج:۲،ص:۱۶۶]

تبصرہ:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح ہوا پر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت تھی اسی طرح دریاؤں کے پانی پر بھی آپ کی حکمرانی کا پرچم لہرا رہا تھا اور دریاؤں کی روانی بھی آپ کی فرماں بردار و خدمت گزار تھی۔

سورج پر غلامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم:

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق کپڑا سی رہے تھے سورج نے گرمی دکھائی تو آپ نے سورج کو فرمایا: محمد کے غلاموں سے تیزی؟ اتنا سننا تھا کہ سورج نے اپنی گرمی سمیٹ لی۔

[مثنوی شریف، ص: ۱۲]

تبصرہ:

یہ زمین اور سورج کو کس نے بتا دیا تھا کہ حضرت عمر فاروق اللہ تعالیٰ کے محبوب کے غلام ہیں کہ یہ تمہیں اشارہ کرے تو رک جانا۔ وجہ یہی ہے کہ جب بندہ محبوب کبریا کا سچا غلام ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کو اس کا فرماں بردار بنا دیتا ہے۔

چادر دیکھ کر آگ بجھ گئی:

روایت میں ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں ایک مرتبہ ناگہاں ایک پہاڑ کے غار سے ایک بہت ہی خطرناک آگ نمودار ہوئی جس نے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا، جب لوگوں نے دربار خلافت میں فریاد کی تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میری یہ چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقدس چادر کو لے کر روانہ ہو گئے اور جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے

یکایک وہ آگ بجھنے اور پیچھے ہٹنے لگی یہاں تک کہ وہ غار کے اندر چلی گئی اور جب یہ چادر لے کر غار کے اندر داخل ہو گئے تو وہ آگ بالکل ہی بجھ گئی اور پھر کبھی بھی ظاہر نہیں ہوئی۔

[ازالۃ الخفاء ج:۲، ص ۱۷۲]

تبصرہ:

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ہوا اور پانی کی طرح آگ پر بھی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمرانی تھی اور آگ بھی آپ کے تابع فرمان تھی۔

مار سے زلزلہ کا خاتمہ:

امام الحرمین نے اپنی کتاب ''الشامل'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آ گیا اور زمین زوروں کے ساتھ کانپنے اور ہلنے لگی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلال میں بھر کر زمین پر ایک درہ مارا اور بلند آواز سے تڑپ کر فرمایا: قِرِّیْ اَلَمْ اَعْدِلْ عَلَیْكِ [اے زمین !ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا ہے] آپ کا فرمان جلالت نشان سنتے ہی زمین ساکن ہو گئی اور زلزلہ ختم ہو گیا۔ [ازالۃ الخفاء ج:۲، ص:۱۷۲]

تبصرہ:

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت جس طرح ہوا، پانی، آگ پر تھی اسی طرح زمین پر بھی آپ کے فرمان شاہی کا سکہ چلتا تھا۔ مذکورہ بالا چاروں کرامتوں سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی حکومت ہوا، آگ، پانی اور مٹی سبھی پر ہے اور چوں کہ یہ چاروں عناصر اربعہ کہلاتے ہیں یعنی انہیں چاروں سے تمام کائنات عالم کے مرکبات بنائے گئے ہیں، تو جب ان چاروں عناصر پر اولیاء کرام کی حکومت ثابت ہو گئی تو جو جو چیزیں ان چاروں عناصر سے مرکب ہوئی ہیں ان پر بطریق اولیٰ اولیاء کرام کی حکومت ہو گی۔

دور سے پکار کا جواب:

حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرزمین روم میں مجاہدین اسلام کا ایک لشکر بھیجا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بالکل ہی اچانک مدینہ منورہ میں نہایت ہی بلند آواز سے آپ نے دو مرتبہ یہ فرمایا: یَالَبَّیْکَاهُ! یَالَبَّیْکَاهُ! [یعنی اے شخص! میں تیری پکار پر حاضر ہوں] اہل مدینہ حیران رہ گئے اور ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس فریاد کرنے والے کی پکار کا جواب دے رہے ہیں؟ لیکن جب کچھ دنوں کے بعد وہ لشکر مدینہ منورہ واپس آیا اور اس لشکر کا سپہ سالار اپنی فتوحات اور اپنے جنگی کارناموں کا ذکر کرنے لگا تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان باتوں کو چھوڑ دو! پہلے یہ بتاؤ کہ جس مجاہد کو تم نے زبردستی دریا میں اتارا تھا اور اس نے [اے میرے عمر! میری خبر لیجیے] پکارا تھا اس کا کیا واقعہ تھا۔

سپہ سالار نے فاروقی جلال سے سہم کر کانپتے ہوئے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے اپنی فوج کو دریا کے پار اتارنا تھا اس لیے میں نے پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لیے اس کو دریا میں اترنے کا حکم دیا، چوں کہ موسم بہت ہی سرد تھا اور زور دار ہوا چل رہی تھی اس لیے اس کو سردی لگ گئی اور اس نے دو مرتبہ زور زور سے یا عمراہ! یا عُمَرَاهُ! کہہ کر آپ کو پکارا، پھر یکایک اس کی روح پرواز کر گئی۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے ہرگز ہرگز اس کو ہلاک کرنے کے ارادہ سے دریا میں اترنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ جب اہل مدینہ نے سپہ سالار کی زبانی یہ قصہ سنا تو ان لوگوں کی سمجھ میں آگیا کہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن جو دو مرتبہ یَالَبَّیْکَاهُ! یَالَبَّیْکَاهُ! فرمایا تھا در حقیقت یہ اسی مظلوم مجاہد کی فریاد و پکار کا جواب تھا۔ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپہ سالار کا بیان سن کر غیظ و غضب میں بھر گئے اور فرمایا کہ سرد موسم اور ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں میں اس مجاہد کو دریا کی گہرائی میں اتارنا یہ قتل خطا کے حکم میں ہے، لہٰذا تم اپنے مال میں سے اس کے وارثوں کو اس کا

خون بہا ادا کرو اور خبردار! خبردار! آئندہ کسی سپاہی سے ہرگز ہرگز کبھی کوئی ایسا کام نہ لینا جس میں اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو کیوں کہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا ہلاک ہو جانا بڑی سے بڑی ہلاکتوں سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہلاکت ہے۔ [ازالۃ الخفاء، ج:۲، ص:۱۷۲]

تبصرہ:

امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وفات پانے والے سپاہی کی فریاد اور پکار کو سینکڑوں میل کی دوری سے سن لیا اور اس کا جواب بھی دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولیاء کرام دور کی آوازوں کو بآسانی سن لیتے ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے ہیں۔

دو غیبی شیر:

روایت ہے کہ بادشاہ روم کا بھیجا ہوا ایک عجمی کافر مدینہ منورہ آیا اور لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتہ پوچھا، لوگوں نے بتادیا کہ وہ دوپہر کو کھجور کے باغوں میں شہر سے کچھ دور قیلولہ فرماتے ہوئے تم کو ملیں گے۔ یہ عجمی کافر ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ کے پاس پہنچ گیا اور یہ دیکھا کہ آپ اپنا چمڑے کا درّہ اپنے سر کے نیچے رکھ کر زمین پر گہری نیند سو رہے ہیں۔ عجمی کافر اس ارادے سے تلوار کو نیام سے نکال کر آگے بڑھا کہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر کے بھاگ جائے مگر وہ جیسے ہی آگے بڑھا بالکل ہی اچانک اس نے یہ دیکھا کہ دو شیر منہ پھاڑے ہوئے اس پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر وہ خوف و دہشت سے بلبلا کر چیخ پڑا اور اس کی چیخ کی آواز سے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہو گئے اور یہ دیکھا کہ عجمی کافر ننگی تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے تھر تھر کانپ رہا ہے۔ آپ نے اس کی چیخ اور دہشت کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے سارا واقعہ بیان کر دیا اور پھر بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ نہایت ہی مشفقانہ برتاؤ فرما کر اس کے قصور کو معاف کر دیا۔

[ازالۃ الخفاء، ج:۲، ص ۱۷۲]

تبصرہ:

یہ روایت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی حفاظت کے لیے غیب سے ایسا سامان فراہم فرما دیتا ہے کہ جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا اور یہی غیبی سامان اولیاء اللہ کی کرامت کہلاتے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ جب تم کو اپنا محبوب بندہ بنالے تو پھر یہ محال ہے کہ وہ تم کو تمھارے دشمن کے ہاتھ میں پریشانی و بے سروسامانی کے عالم میں چھوڑ دے بلکہ اس کی کبریائی ضرور دشمنوں سے حفاظت کے لیے اپنے محبوب بندوں کی غیبی طور پر امداد و نصرت کا سامان پیدا فرما دیتی ہے اور یہی نصرت ایمانی فضل ربانی بن کر اس طرح محبوبان الٰہی کی دشمنوں سے حفاظت کرتی ہے جس کو دیکھ کر بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے کہ

”دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است“

قبر میں بدن سلامت:

ولید بن عبدالملک اموی کے دور حکومت میں جب روضہ منورہ کی دیوار گر پڑی اور بادشاہ کے حکم سے تعمیر جدید کے لیے بنیاد کھودی گئی تو ناگہاں بنیاد میں ایک پاؤں نظر آیا، لوگ گھبرا گئے اور سب نے یہی خیال کیا کہ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پائے اقدس ہے لیکن جب عروہ بن زبیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیکھا اور پہچانا پھر قسم کھا کر یہ فرمایا کہ یہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا مقدس پاؤں نہیں ہے بلکہ یہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم شریف ہے تو لوگوں کی گھبراہٹ اور بے چینی میں قدرے سکون ہوا۔ [بخاری شریف ج۱، ص:۱۸۶]

تبصرہ:

بخاری شریف کی یہ روایت اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ بعض اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مقدس جسموں کو قبر کی مٹی برسوں گزر جانے کے بعد بھی نہیں

کھا سکتی۔ بدن تو بدن ان کے کفن کو بھی مٹی میلا نہیں کرتی۔ جب اولیاء کرام کا یہ حال ہے تو بھلا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہو گا۔ پھر حضور سید الانبیاء خاتم النبیین، شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جسم اطہر کا کیا کہنا؟ جب کہ وہ اپنی قبر منور میں جسمانی لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ [یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی دی جاتی ہے۔]

جو فرما دیا وہ ہو گیا:

ربیعہ بن امیہ بن خلف نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا یہ خواب بیان کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں ایک ہرے بھرے میدان میں ہوں، پھر میں اس سے نکل کر ایک ایسے چٹیل میدان میں آ گیا جس میں کہیں دور دور تک گھاس یا درخت کا نام و نشان بھی نہیں تھا اور جب میں نیند سے بیدار ہوا تو واقعی میں ایک بنجر میدان میں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو ایمان لائے گا، پھر اس کے بعد کافر ہو جائے گا اور کفر ہی کی حالت میں مرے گا۔ اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر وہ کہنے لگا کہ میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے ،میں نے یوں ہی جھوٹ موٹ آپ سے یہ کہہ دیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا کہ تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو مگر میں نے جو تعبیر دی ہے وہ اب پوری ہو کر رہے گی۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمان ہونے کے بعد اس نے شراب پی اور امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو درہ مار کر سزا دی اور اس کو شہر بدر کر کے خیبر بھیج دیا۔ وہ ظالم وہاں سے بھاگ کر روم کی سرزمین میں چلا گیا اور وہاں جا کر وہ مردود نصرانی ہو گیا اور مرتد ہو کر کفر ہی کی حالت میں مر گیا۔ [ازالۃ الخفاء، ج:۲، ص:۱۷۲]

لوگوں کی تقدیر میں کیا ہے؟

عبداللہ بن مسلمہ کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کا ایک وفد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ خلافت میں آیا تو اس جماعت میں اشتر نام کا ایک شخص بھی تھا۔ امیر المؤمنین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو سر سے پیر تک بار بار گرم گرم نگاہوں سے دیکھتے رہے پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا یہ شخص تمھارے ہی قبیلہ کا ہے؟ میں نے کہا کہ "جی ہاں" اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خداعزوجل اس کو غارت کرے اور اس کے شر وفساد سے اس امت کو محفوظ رکھے۔ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دعا کے بیس برس بعد جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تو یہی "اشتر" اس باغی گروہ کا ایک بہت بڑا لیڈر تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام کے کفار سے جہاد کرنے کے لیے لشکر بھرتی فرمارہے تھے۔ ناگہاں ایک ٹولی آپ کے سامنے آئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی کراہت کے ساتھ ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ یہ لوگ آپ کے روبرو آئے تو آپ نے منہ پھیر کر ان لوگوں کو اسلامی فوج میں بھرتی کرنے سے انکار فرمادیا۔ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرز عمل سے انتہائی حیران تھے لیکن آخر میں یہ راز کھلا کہ اس ٹولی میں "اسود تجیبی" بھی تھا جس نے اس واقعہ سے بیس برس بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کیا اور اس ٹولی میں عبدالرحمن بن ملجم مرادی بھی تھا جس نے اس واقعہ سے تقریباً چھبیس برس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کر ڈالا۔ [ازالۃ الخفاء، ج:۲،ص:۱۶۹۔۱۷۲]

تبصرہ:

مذکورہ بالا کرامتوں میں آپ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کے خاتمہ کے بارے میں برسوں پہلے یہ خبر دیدی کہ وہ کافر ہوکر مرے گا اور بیس برس پہلے آپ نے "اشتر" کے شر وفساد سے امت کے محفوظ رہنے کی دعا مانگی اور "اسود تجیبی" سے اس بنا پر منہ پھیر لیا اور اسلامی لشکر میں اس کو بھرتی کرنے سے انکار کردیا کہ یہ دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں میں سے تھے اور چھبیس برس پہلے آپ نے عبدالرحمن بن ملجم مرادی کو بنظر کراہت دیکھا اور اسلامی لشکر میں اس بناء پر بھرتی نہیں فرمایا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل تھا۔

ان مستند روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کو خداوند قدوس کے بتادینے سے آدمیوں کی تقدیروں کا حال معلوم ہوجاتا ہے۔

دعا کی مقبولیت:

ابوہدبہ حمصی کا بیان ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی کہ عراق کے لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گورنر کو اس کے منہ پر کنکریاں مار کر اور ذلیل ورسوا کرکے شہر سے باہر نکال دیا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خبر سے انتہائی رنج وقلق ہوا اور آپ انتہائی غضبناک ہوکر مسجد نبوی علی صاحبھا الصلوۃ و السلام میں تشریف لے گئے اور اسی غیظ وغضب کی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز شروع کردی لیکن چوں کہ آپ فرط غضب سے مضطرب تھے اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز میں سہو ہوگیا ،آپ اس رنج وغم سے اور بھی زیادہ بے تاب ہوگئے اور انتہائی رنج وغم کی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ ! عزوجل قبیلہ ثقیف کے لونڈے [حجاج بن یوسف ثقفی] کو ان لوگوں پر مسلط فرمادے جو زمانہ جاہلیت کا حکم چلاکر ان عراقیوں کے نیک وبد کسی کو بھی نہ بخشے ۔ چناں چہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا قبول ہوگئی اور عبدالملک بن مروان اموی کے دور حکومت میں حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر بنا اور اس نے عراق کے باشندوں پر ظلم وستم کا ایسا پہاڑ توڑا کہ عراق کی زمین بلبلا اٹھی۔ حجاج بن یوسف ثقفی اتنا بڑا ظالم تھا کہ اس نے جن لوگوں کو رسی میں باندھ کر اپنی تلوار سے قتل کیا ان مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ زائد ہی ہے اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کیے گئے ان کی گنتی کا توشمار ہی نہیں۔

حضرت ابن لہیعہ محدث نے فرمایا ہے کہ جس وقت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی تھی اس وقت حجاج بن یوسف ثقفی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔[ازالۃ الخفاء،ج:۲،ص:۱۷۲]

تبصرہ:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو غیب کی باتوں کا بھی

علم عطا فرماتا ہے۔ چناں چہ روایت مذکورہ بالا میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ابھی حجاج بن یوسف ثقفی پیدا ابھی نہیں ہوا تھا لیکن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حجاج بن یوسف ثقفی نامی ایک بچہ پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر گورنر بنے گا اور انتہائی ظالم ہوگا۔

ظاہر ہے کہ قبل از وقت ان باتوں کا معلوم ہو جانا یقینا یہ غیب کا علم ہے۔ اب یہ مسئلہ آفتاب عالم تاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے تو پھر انبیاے کرام علیہم السلام خصوصاً حضور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے یقینا علوم غیبیہ کا خزانہ عطا فرمایا ہے اور یہ حضرات بے شمار غیب کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے جانتے ہیں اور دوسروں کو بھی بتاتے ہیں۔ چناں چہ اہل حق حضرات علماے اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے شمار علوم غیبیہ کے خزانے عطا فرمائے ہیں اور یہی عقیدہ حضرات تابعین و حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی تھا۔ چناں چہ مواہب اللدنیہ شریف میں ہے " قَدِ اشْتَهَرَ وَانْتَشَرَ اَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ بِالْاِطِّلَاعِ عَلَی الْغُیُوْبِ.

[جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیوب پر مطلع ہیں یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں عام طور پر مشہور اور زبان زد خاص وعام تھی]

اسی طرح مواہب اللدنیہ کی شرح میں علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے: وَاَصْحَابُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَازِمُوْنَ بِاِطِّلَاعِہٖ عَلَی الْغَیْبِ.

[یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام غیب کی باتوں پر مطلع ہیں] ان دو بزرگوں کے علاوہ دوسرے بہت سے ائمہ کرام نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس تصریح کو بیان فرمایا ہے۔]

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے

اقوال زرّیں

☆ زندگی نام ہے کام کا اور بے کاری موت ہے۔

☆ احساسِ ذمہ داری سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

☆ زندگی وہ ہے جو کسی دوسرے کے کام آئے۔

☆ کام کے آدمی بنو، کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے۔

☆ جس کی نظر مقصد پر ہوگی کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

☆ وقت بہت قیمتی چیز ہے اور وقت کو ضائع کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

☆ حقیقت میں نماز تو جماعت ہی کی نماز ہے، ورنہ صرف فرض کی ادائیگی۔

☆ آرام طلبی زندگی کی بربادی ہے۔

☆ قلب کی زندگی ذکر وفکر ہے۔ (معارف حدیث)

☆ جو خدا سے ڈرنا چھوڑ دیتا ہے وہ ساری دنیا سے ڈرتا ہے۔